یاد رفتگان

حافظ راشد الحق سمیع حقانی

اپنی محترمہ مرحومہ پھوپیؒ کی یاد میں چند آنسو

؎ آج اپنی شام تنہائی کا ہے منظر جدا جوش درد دل جدا ہے جوش چشم تر جدا

چار ماہ بعد جامعہ ازہر (مصر) سے وطن واپسی ہوئی ہے۔ اور آج اپنے معزز قارئین سے ایسی حالت میں مخاطب ہورہا ہوں کہ قلم دل ودماغ اور آنکھوں سے خون میں آلودہ اشک رواں ہیں۔ لمبے سفر کی تھکاوٹ کے ساتھ ساتھ کاندھوں پر اپنی محترمہ پھوپی صاحبہ کی اچانک اندوھناک اور جواں موت کا بوجھ بھی لیے آیا ہوں۔ میرا تو ارادہ تھا کہ وطن واپسی پر کسی ادبی، چاشنی و رنگینی سے بھرپور کسی نئے سلسلہ مضمون کا آغاز کروں گا۔ لیکن " عرفت ربی بفسخ العزائم " کے مصداق آج اپنی محترمہ ومغفورہ پھوپیؒ کی یاد میں نوحہ خوانی اور مرثیہ غم لکھنے بیٹھ گیا ہوں۔ سوچا کیا تھا اور ہو کیا گیا۔ میں اپنے پیچھے ایک ایسی ہستی کو کھو بیٹھا ہوں جو شفقت ومحبت میں میری والدہ ماجدہ جیسی تھیں۔ یہ قیامت میری غیر موجودگی میں برپا ہوئی۔ میں جب سفر سے دل ویراں سمیت لوٹا تو پیچھے اپنی کایہ ہی پلٹ گئی تھی۔ واپسی پر یہاں یوں محسوس ہوا کہ ہر شے اپنی شوخی کھو بیٹھی ہے۔ شاخ وگل کا ذکر ہی کیا پورا باغ کا باغ خزاں منظر نظر آیا۔ ایک ویرانی سی ویرانی چارسو پھیلی ہوئی تھی۔ گلی کوچے اور درو بام بجھے بجھے سے تھے۔ آسمان اور زمین بھی افسردہ نظر آرہے تھے۔ اور میرا حال یہ تھا کہ اپنے ہی طلب وجستجو سے شکوہ سنج رہا۔

؎ میرے ساتھ چلنے والے تجھے کیا ملا سفر میں وہی دکھ بھری زمیں ہے وہی غم کا آسماں ہے ؟

دل ودماغ پر اس حادثہ کا عکس تو ۲۵ دن بعد قاہرہ میں ہی پڑچکا تھا۔ جب پاکستان ایمبسی کے ہیڈکونسلر جناب شیر محمد خان صاحب نے فون پر میرے ساتھ تعزیت کرنا چاہئی۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ آپ مجھ سے کیا کہہ رہے ہیں ؟ کیونکہ اس دوران میں کئی بار حضرت والد صاحب مدظلہ اور بھائی جان سے فون پر گفتگو کرچکا تھا لیکن انہوں نے اس حادثہ کی بارے میں مجھے مصلحتاً بے خبر رکھا۔ فون پر میری گھبراہٹ اور پریشانی کو دیکھتے ہوئے آپ نے واضح صورتحال نہیں بتائی لیکن میں نے اصرار کرکے اپنی شاخ نشیمن پر گری بجلی کا حال دریافت کرنا چاہا۔

؎ قفس میں مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

اس جانکاہ خبر نے ایک مسافر بے وطن کے ہوش وحواس کے خرمن کو لمحہ بھر میں راکھ کردیا۔

ع مارا دیار غیر میں مجھ کو وطن سے دور

میں تو اپنی باحیا عفت مآب صبرورضا کی پیکر پھوپی کو زندہ خوش وخرم صحت وعافیت کے ساتھ اپنے گھر کی دہلیز پر الوداع کہتے چھوڑ گیا تھا۔ معلوم نہ تھا کہ مجھے سفر پر بھیجتے ہوئے خود سفر آخرت کو کوچ کرجائینگی۔ اور ہماری یہ چند ماہ کی عارضی جدائی ہمیشہ کیلئے فرقت دوام کی شکل اختیار کر جائے گی۔ ہم ایسے بچھڑ جائینگے کہ پھر شاید صبح قیامت کو ہی ملیں۔ آسماں اور قاضی تقدیر نے ہمارے درمیان فراق کی ایک ایسی لکیر کھینچ دی ہے کہ آئندہ رسم وراہ ہونے کی کوئی بھی صورت باقی نہیں رہنے دی۔ آج ہفتہ دس دنوں سے کوشش کررہاہوں کہ کچھ نہ کچھ آپ کے بارے میں لکھ سکوں، لیکن طبعیت اور قلم دونوں نہیں سنبھلتے ایک کو راضی کرتا ہوں تو دوسرا ساتھ نہیں دیتا

حادثہ کی اطلاع کے بعد بیس دن تک وطن سے دور مسافرت و تنہائی میں تصویر غم اور سراپا سوز والم رہا۔ گوکہ اسی دوران راقم نے حتیٰ المکان صبر کا دامن تھامے رکھا۔ لیکن جب وطن واپسی ہوئی تو آپکے گھر اور مزار پر اشک ہائے درد کے سامنے ضبط کے سارے پشتے ٹوٹ گئے۔

؎ کیوں گردش مدام سے گھبرا نہ جائے دل انسان ہوں پیالہ وساغر نہیں ہوں میں

اس اچانک حادثہ سے بستی دل کی ساری شوخیاں وسرگرمیاں بجھ گئی ہیں۔

؎ تھی وہ اک شخص کے تصور سے اب وہ رعنائی خیال کہاں

یہ چند سطور بھی بڑی مشکل سے لکھے ہیں۔ حزن وغم میں ڈوبے ہوئے قلم کی یہ ایک شکستہ تحریر ہے اور ایک بھتیجے کے ٹوٹے ہوئے دل کے چند دردانگیز نالے اور چشم تر کے چند خوں فشاں آنسو ہیں۔ جو ان کی یاد میں رقم کررہا ہوں۔ میرے ساتھ سوائے دعا، قلب حزیں اور قلم وقرطاس کے بچا ہی کیا ہے؟ ع جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہینگے۔

زندگی کے ستم ہائے بے حساب اور سانحات بے کراں سے یوں تو روز اول ہی سے گہرا واسطہ چلا آرہا ہے۔ لیکن ان دوعشروں میں ہمارے ددھیال ننھیال کے خاندانوں کے کئی آفتاب ومہتاب غروب ہوچکے ہیں۔ اس عرصہ میں ہم نے بہت کچھ گنوایا ہے۔ لیکن اس نئے چراغ کے بجھنے سے تو گویا پورے خاندان کی رونق ہی چلی گئی ہے۔ زندگی کی گراں باری وبے قراری بڑھتی چلی جارہی ہے۔کاروان آخرت میں جوان،بوڑھے، تندرست وتوانا سب ہی شامل ہورہے ہیں۔ دھیرے دھیرے ایک ایک کرکے اپنے چاہنے والے زیرزمین نہ جانے کس نگری کی طرف چلے جارہے ہیں۔

؎ دیکھو جسے ہے راہ فنا کی طرف رواں تیرے محل سرا کا یہی راستہ ہے کیا؟

؎ اور سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہوگئیں

آپ کا انتقال یکم محرم الحرام بروز پیر ہوا۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ میں اس دن گھر سے فون پر رابطہ کی برابر کوشش کرتا رہا کہ اہل خاندان کو نئے اسلامی سال کی مبارکباد پیش کروں۔ لیکن سوئے قسمت فون پر رابطہ نہ ہوسکا۔ ورنہ حادثہ کی بروقت اطلاع پاتا۔ اور شاید جنازے میں شرکت کی سعادت بھی حاصل کرتا۔ لیکن زندگی کی بہت سی بدنصیبوں کی طرح آپکے آخری دیدار سے بھی محروم ہی رہا۔ ع اے بسا آرزو کے خاک شدہ۔

بالکل اسی طرح آج سے ۱۲ سال قبل جب میں جامعہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں زیر تعلیم تھا تو اپنی عظیم مرحومہ دادی صاحبہؒ کی زندگی میں ان سے ملاقات کی حسرت دل میں ہی رہ گئی۔ اور آپ میری غیر موجودگی میں انتقال فرماگئی تھیں۔

؎ جاتے جاتے الوداع ہم سے نہ کہنے پاؤگے اتنا چھوٹا زندگی کا راستہ ہوجائے گا

جس کی زندگی کا سورج ابھی نصف النھار پر تھا۔ جو اپنے چھوٹے بچوں کی دینی ودنیاوی تربیت وپرورش میں پوری طرح مستغرق تھیں۔ جس کی ممتا کی گود اپنے نونہالوں کیلئے ایک سائباں تھی۔ اور جس کا بچوں کے ساتھ لگاؤ مثالی اور منفرد تھا۔ اچانک ہی موت کی آندھی نے پلک جھپکتے ہی قیامت برپا کردی۔

آہ جسے زندگی عزیز تھی اور زندگی سے عزیز تر معصوم لاڈلے بچے تھے۔ جن کی خاطر ہی آپ نے قبل ازوقت حفظ ماتقدم کے طور پر آپریشن کی حامی بھرلی تھی کہ بروقت آپریشن ہوجائے تاکہ بعد کی زندگی میں بچوں کیلئے کوئی پریشانی نہ ہو۔ معلوم نہ تھا کہ مرگ ناگہانی کتنی قریب آچکی ہے۔ آپ کو خبر نہ تھی کہ اس بدقسمت عہد کے مسیحاؤں کے ہاں زندگی نہیں موت بانٹی جاتی ہے۔ آپریشن کے فوراً بعد آپکی ناسازی طبع وتکلیف بڑھتی چلی گئی موقع پر موجود عزیزوں اور رشتہ داروں کی بار بار اطلاع و شکایت کے باوجود کسی ڈاکٹر یا عملہ نے مریض پر خاص توجہ معمول کے مطابق نہیں دی۔ (حالانکہ آپ کو آفیسر وارڈ میں داخل کیا گیا تھا) ہسپتال کا عملہ صرف طفل تسلی دیتا رہا۔ دو تین گھنٹوں کی اذیت ناک تکلیف دہ صورتحال کے بعد آپکی حالت مزید بگڑ گئی۔ آپ نے موت سے قبل سب کو بتایا کہ میری زندگی کے آخری لمحات قریب ہورہے ہیں۔ کسی ڈاکٹر کو بلاؤ، کسی "نام نہاد مسیحا" کو بلاؤ۔ آخر کار ڈاکٹروں اور ہسپتال کے عملے کی مجرمانہ غفلت کے نتیجہ میں اپنی بہن کے ہاتھوں میں جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)۔ ہمارے خاندان نے کمال صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہسپتال کے عملہ اور ڈاکٹروں کو اللہ کی رضا کیلئے

معاف کردیا۔ لیکن جانے کب تک اس ملک کے " شفاخانوں " میں روزانہ کتنے بےگناہ اور معصوم لوگ ڈاکٹروں اور نرسوں کی عدم توجہ اور لاپرواہی کے ہاتھوں موت کے زہریلے ساغر پینے پر مجبور ہوتے چلے جائینگے۔ یوں تو ہمارے ملک کا ہر شعبہ زندگی بیٹھ گیا ہے۔ لیکن خصوصاً محکمہ صحت کا ہمارے ہاں جو برا حال ہے شاید ہی وہ دنیا کے کسی محکمہ صحت کا ہو۔ جانے کب کوئی خضر راہ اس بھٹکے ہوئے ملک وقوم کو صحیح سمت کی طرف لائے گا۔ اور جانے کب تک اس ملک کے " شفاخانوں" اور ہسپتالوں میں غریب ومعصوم مریضوں کی زندگیوں کے چراغ بےوجہ بجھتے چلے جائینگے۔ ع کس کو آتی ہے مسیحائی کسے آواز دوں ؟

آپکی وفات کے بعد جب بچوں کی طرف دیکھتا ہوں تو ہر روز غم تازہ ہوتا ہے۔ جب بچے سکول سے گھر کی طرف دوڑ کر واپس ہوتے ہیں تو معمول کے مطابق گلی سے ہی اپنی مشفق ماں کو امی امی کی دیوانہ وار صدا دیتے ہیں۔ اس امید پر کہ شاید ابھی ان کی ماں گھر کا بند دروازہ کھولے گی۔ لیکن اب ان کی ماں ان کے استقبال کیلئے موجود نہیں ہوتی۔ ان نونہالوں کی بازگشت گھر کے درودیوار سے ٹکرا کر ان کو رونے پر مجبور کرتی ہے۔ ستم ہائے زیست کا کیا کہنا۔ بچوں کا ہرا بھرا اور پررونق جنت نظیر گھر چند دنوں میں قبرستان میں تبدیل ہوگیا ہے۔ جو بچے سارا دن ماں کی تربیت اور ممتا کی آغوش میں گھر کے حدود میں خوش وخرم تھے آج ان کیلئے یہی گھر ماتم سرا ہوگیا ہے۔ خدا کی جانب سے ہم موت وحیات کے سارے فیصلوں پر راضی ہیں۔ لیکن پھر بھی جب نگاہ ان معصوم پھولوں کے مرجائے ہوئے چہروں کی طرف اٹھتی ہے تو بھلا کونسا ایسا دل ہوگا جو خون کے آنسو نہ روئے گا ؟ اور کونسی ایسی آنکھ ہوگی جو خوں افشانی پر مجبور نہ ہو ؟۔ ایسی جواں مرگ پر اگر غم کا اظہار صبر و رضا کے ساتھ تھوڑا بہت کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

اس دنیا میں زندہ رہنے والوں کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ یہاں ہر کوئی یہ سوچتا ہے کہ موت صرف دوسرے انسان کیلئے ہے۔ مجھے تو ابھی نہیں مرنا۔ ابھی تو فلاں فلاں کام کرنے ہیں، ابھی تو دنیا کمانی ہے، ابھی تو شباب ہے جوانی ہے اور زندگی کے مزے اڑانے ہیں۔ لیکن یہ سراسر ہماری خام خیالی اور غفلت ہے۔ موت کیلئے کیا جواں اور کیا بڑھاپا، کیا طاقت ور اور کیا کمزور، کیا غریب اور کیا امیر، کیا صحت مند اور کیا بیمار.....

اک مسلسل موت ہے اس کے سواہ کم سنی پیری جوانی کچھ نہیں

یہاں ہر ذی نفس وذی روح موت کی امانت ہے ، اور زندگی کی پرورش ہی مرگ ناگہانی کے لئے ہوتی ہے ۔ یہ سنگ وخشت کا جہاں ومسکن عارضی ہے ۔ اس خاک دان مٹی (انسان) کو نصیب چند نفس ہائے سرد وگرم اور کچھ روزہ زندگی حقیقت میں فقط سراب ہے ۔ ذرا غور سے دیکھئے تو یہاں تار نفس کے ٹوٹنے میں کتنا وقت لگتا ہے ؟ ۔ اور نغمہ زیست کے ختم ہونے میں کونسے قرن وزمانے لگتے ہیں ؟ ۔ ہم اپنی آنکھوں اور اپنے ہاتھوں سے روزانہ اپنے پیاروں کو خاک تیرہ میں دفن کرتے چلے جارہے ہیں ۔ لیکن ہمارے دلوں اور زندگیوں پر اثر نام کا کوئی رد عمل نہیں ہوتا ۔ حالانکہ حدیث نبویؐ ہے : " کفی بالموت واعظ " موت وحیات پر اگر فلسفیانہ یا سائنسی نقطہ نگاہ سے نظر ڈالی جائے تو روز اول ہی سے یہ قضیہ لاینحل چلا آرہا ہے اور رہے گا ۔ اگر دین و مذہب اور اسلام نے ہمیں قرآن کے ذریعے عقیدہ آخرت اور دوبارہ حیات بعدالموت کا نظریہ اور عقیدہ نہ دیا ہوتا جس میں موت وحیات کو ہر لحاظ سے حل کرکے سمجھایا گیا ہے ۔ اگر یہ روشنی نہ ہوتی تو ایک انسان کا مرنا دوسرے انسان کو دیوانہ کرنے کیلئے کافی ہوتا ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کون کس حالت میں مرتا ہے ؟ اور اس کے پاس سفر آخرت اور ابدی زندگی کیلئے کیا سرمایہ وزاد راہ ہے ؟ ۔ مرحومہ ہمارے مسلم معاشرے کی ایک بہترین نمونہ تھیں ۔ آپ ایک ایسی ہستی تھیں جو حیا کی مجسم مورتی ، صبر ورضا کا پیکر اور اس گئے گزرے دور میں مومنہ کاملہ کی زندہ تصویر تھیں ۔ قرآن کی تلاوت ، ذکروذکار جس کا اوڑھنا بچھونا تھا ۔ گھریلو خانہ داری اور نظم ونسق میں آپ سب سے ممتاز تھیں ۔ آپ انتہائی کم گو اور ہر وقت خاموش رہتیں ۔ نہ کبھی کسی نے آپ کو شکوہ سنج پایا اور نہ کبھی آپ نے عسروتشکلات کی شکایت کی ۔ خدا نے آپ کو شوہر بھی بڑا ہمدرد اور مخلص عطا فرمایا ۔ جناب الحاج احتشام الحق صاحب نے ساری عمر آپکو ہر طرح کے مشکل اوقات میں خوش رکھا ۔ حادثہ کے بعد آپ کا مثالی حوصلہ قابل دید رہا ۔ مرحومہ کی عابدانہ ، صالحانہ اور شاکرانہ گزری ہوئی زندگی کو دیکھتے ہوئے یقین کامل ہے ۔ کہ خداوندکریم نے آپ کا ٹھکانہ شجر طوبیٰ اور اعلی علیین میں مقرر فرمایا ہوگا ۔ اور آپکی آئندہ کی مبارک زندگی ہر غم ، ہر فکر اور ہر رنج وملال سے پاک ہوگی ۔ خداوندا ہمارے زخمی دلوں کو صبر ورضا کے مرہم سے مندمل فرما ۔ خداوندا توہی ان معصوموں کا بہتر والی اور کفیل و مددگار ہے ۔ تو ہی انکی نصرت وتربیت فرما ۔ کچھ عرصہ قبل آپ نے مجھے قاہرہ میں شفقت ومحبت سے بھرپور ایک شفقت نامہ بھیجا ۔ آپکے اس یادگار خط کے ایک ایک لفظ سے صدق وصفا اور شفقت ومحبت ٹپکتی تھی ۔ میں نے بھی خلاف عادت آپ کے محبت نامہ کا بھرپور انداز میں فوری جواب دیا ۔ اور آپ کی بیٹی کی شادی کی مبارکباد پیش کی ۔ اور لکھا کہ جلدہی اپنا کورس مکمل کرکے

وطن واپسی ہوگی ۔ اور آپ سے علد ملاقات ہوجائیگی ۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ ہماری آخری بات چیت ثابت ہوگی ۔

؎ کل اس کی آنکھ نے کیا زندہ گفتگو کی تھی گماں تک نہ ہوا وہ بچھڑنے والا ہے

لیکن اب گردش دوراں کی ستم ظریفی دیکھئے کہ میں آج آپ کو مبارکباد دینے کے بجائے آپ کے مزار خاکی پر فاتحہ کیلئے حاضر ہوا ۔ لیکن میں محسوس کررہا تھا کہ آپ کی خاک مرقد مجھ سے بزبان غالب یوں شکوہ سنج ہے ۔

؎ ہم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن خاک ہوجائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

آپ دارالعلوم میں واقع قبرستان میں اپنے والدین کے پہلو میں حسب تمنا ، حسب آرزو اور حسب خواہش آسودہ خاک ہیں ۔ آپ اپنے بزرگ اور عظیم والدین کی ایسی نیک اور صالح اولاد تھیں تو یقیناً خداوند کے حضور آپ کے والدین کو شرمندگی نہ اٹھانی پڑی ہوگی ۔ بلکہ ملائکہ کے ہمراہ آپ نے بھی اپنے لخت جگر کا گرم جوشی سے استقبال کیا ہوگا ۔ " یاایتھاالنفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة ۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی "

؎ آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اظہار سپاس

بندہ اپنے ان تمام محترم کرم فرما قارئین " الحق " اور معزز و مشفق بزرگان دین وملت کا دل کی گہرائیوں سے شکرگزار وممنون ہے ۔ جنہوں نے میری " الحق " سے طویل غیر حاضری کے باوجود اس ناکارہ کے نام محبت وشفقت سے بھرپور خطوط اور مکاتیب بھیجے اور اپنی نیک خواہشات اور دعاؤں میں مجھے یاد کیے رکھا۔ چونکہ راقم جنوری میں عربی لینگویج کورس کیلئے جامعۃ الازھر مصر گیا تھا ۔ الحمدللہ مئی کے اواخر میں اس کورس کی تکمیل ہوئی ۔ میں اس دوران اپنے محبان کرام کو جواب دینے سے قاصر رہا ۔ لہذا معذرت خواہ ہوں ۔ انشاء اللہ میری یہ کوشش رہیگی کہ اپنے ان تمام محسنین کے خطوط کا جواب لکھوں ۔ آخر میں بندہ کے ساتھ پھوپھی محترمہ ومرحومہ کی وفات پر اظہار تعزیت کرنے والوں کا بھی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اس دردانگیز لمحے میں ہمارے ساتھ تعزیت کی ۔

طالب دعا : راشدالحق سمیع حقانی ۔ مدیر " الحق "